محمد سمیر

پی ایچ ڈی اردو اسکالر، شعبہ اردو و اقبالیات، دی اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور

ڈاکٹر مظہر عباس

اسسٹنٹ پروفیسر، استاد شعبہ اردو و اقبالیات، دی اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور

آزادی سے پہلے اردو ناول کی روایت میں انسان دوست کردار

Muhammad Sameer
Scholar Ph.D Urdu, The Islamia University, Bahawalpur.
Dr. Mazhar Abbas
Assistant Professor, The Islamia University, Bahawalpur.

Humanitarian Role in Urdu Novel Tradition before Independence

Humanism was a system of belief in Italy in 13th and 14th centuries and later spread in all over Europe.In the age of Renaissance humanism introduce the revival of classic literature and poetry.Later that in French and Russian revolution the meaning of humanism changed to the well being of people who deprived from different reasons.After the world war 1st and 2nd the humanism concepts are defined in shape of Secularism, Marxism, Religious, Existentialism and Neo-humanism.Literature especially urdu novel shows its thoughts and ideas for the well being of human.So this term known as human character or Insaan Dost.Before partition urdu novel has its own human character which are conceptual in term of humanism.

Keywords: *Human, intellect, well being, secularism, Marxism, religion, society, Existensialism.*

تخلیق کائنات ہی سے انسان کی عظمت کے جھنڈے لہرائے جانے لگے۔ ابتدا میں عظمت انسانی سے متعلق خیالات اور نظریات ہمیں یونانی فلسفہ میں ملتے ہیں۔ وقت اور عہد کے بدلنے سے انسانی وقار، سربلندی اور انسانی عظمت کو ایک باقاعدہ شکل دی جانے لگی۔ جسے انسان دوست مفکرین نے روشناس کروایا اور یوں انسان کو اس کائنات کا جزو اول اور مرکزی کردار قرار دے دیا گیا۔ دنیا میں انسانی ترقی کی بنیاد علوم و فنون اور تاریخ و تہذیب کے مافوق الفطرت عناصر کی بجائے انسان کی اپنی محنت کا نتیجہ قرار دی گئی۔ اس انسانی کوشش کو ایک تحریک کا نام دیا

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

گیا جسے انسان دوستی یا ہیومنزم کہا گیا۔ جس کے بانی فرانسیسکو پیٹرارک تھے۔یوں تیرہویں صدی عیسوی میں اٹلی انسان دوست تحریک کا مرکز بن گیا۔ انقلاب روس اور انقلاب فرانس میں اس فکر نے کروٹ بدلی اور پورے یورپ میں انسانی آزادی اور جمہوریت کے علم بلند ہوئے ۔ صنعتی اور سرمایہ دارانہ نظام نے انسان دوستی کو نئے معنی سے روشناس کروایا۔ انسان دوستی نے جنگ عظیم اول اور دوم کے بعد پوری دنیا اور خاص طور پر ادب پر اپنے اثرات مرتب کئے۔ جس میں انسان دوستی مختلف تصورات یا رحجانات کی شکل میں واضح ہوئی ۔ جس میں مذہبی،اشتراکی ، سیکولر، وجودی اور نو انسان دوستی شامل ہیں ۔یوں عالمی ادب پر تو انسان دوستی کے اثرات نمودار ہوئے اور ساتھ ہی اردو ادب نے بھی گہرائی سے اسے محسوس کیا۔

تحریک آزادی ۱۸۵۷ کے بعد مسلمانوں کی حالت ابتر تھی۔ قیمتی جانوں کے نقصان کے ساتھ ہی مالی نقصان بھی برصغیر کے لوگوں کو اٹھانا پڑا۔ خطرناک سزاؤں ،جائیدادوں کی بے دخلی اور ملازمتوں سے فارغ کیے جانے کی معاشی و معاشرتی ظلم و ستم کی ان گنت مثالیں رقم ہوئیں۔ کئی مسلمانوں کے گھر برباد ہوئے اور مسلمانوں کی انگریزوں کے خلاف نفرت بھی بڑھ گئی۔ نتیجہ انہوں نے جدید مغربی تعلیم کو اپنانے سے بالکل انکار کر دیا۔ سر سید احمد خان نے۱۸۵۷ کے بعد کی صورتحال کو ایک انسان دوست کی فکر سے محسوس کیا اور جدید علوم کو سیکھنے میں اپنا کردار ادا کرنے میں پیش پیش رہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ مسلمان تعلیمی و سیاسی میدان میں حکمت عملی کو اپنائیں تا کہ برصغیر میں مسلمانوں کا وجود برقرار رہ سکے۔ مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان پیدا ہونے والی رنجشوں اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے انہوں نے۱۸۵۷میں رسالہ اسباب بغاوت ہند شائع کیا اور اس کی کاپیاں برطانوی پارلیمنٹ میں بھیجیں۔ یہ اقدام ان کی اخلاقی جرات اور انسان دوست رویئے کا عکاس تھا تا کہ مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان نفرت کو کم کیا جا سکے۔ سر سید کی دور اندیشی ،مفاہمت پسندانہ رویہ اور اصلاح معاشرہ کا حصول ایک انسان دوست فکری بصیرت کا حامل تھا۔ انہیں یہ احساس تھا کہ اہل ہندوستان جدید سیاسی، سماجی اور سائنسی علوم سے آشنا ہو کر اپنا اصل مقام حاصل کر لیں گے۔ ڈاکٹر روبینہ الماس سر سید کی دوراندیش کے متعلق تحریر کرتی ہیں کہ:۔

> ”سر سید دور اندیش تھے انہوں نے وقت کے تقاضوں کو سمجھا اور اس کے پیش نظر لائحہ عمل اختیار کیا۔ انہیں یقین تھا کہ جب تک مسلمان جدید تعلیم حاصل نہیں کریں گے ان کے حالات میں تبدیلی رونما نہیں ہو گی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے مسلمانوں کو تعلیم کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی۔ سر سید یہ بھی جانتے تھے کہ

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

جدید علوم کے بغیر مسلمانوں میں ذہنی بلوغت اور ذہنی بلندی پیدا نہیں ہو گی۔ شعور کی وسعت کے لئے ضروری ہے کہ ان کی سوچ میں تبدیلی پیدا ہو اور یہ تبدیلی بغیر جدید تعلیم کے پیدا نہیں ہو سکتی۔ سر سید کی تحریک سے مسلمانوں نے اپنے نامساعد حالات سے نجات پائی۔ ان کی کوششوں سے مسلمانوں کو تعلیم و تہذیب کے جدید سرچشموں سے روشناس کرایا"۔(۱)

سر سید کی شخصیت ایک ایسی عقلی بصیرت سے بہرہ ور تھی جنہوں نے برصغیر کے لوگوں کو جینے کا حوصلہ دیا۔ انہوں نے جدید علوم سے آراستہ ہونے اور اپنی منزل کے انتخاب میں عقلیت پسند اور انسان دوست رویوں کو پروان چڑھایا۔ انسان دوست فکر ایک ایسی راہ ہموار کرتی ہے جس کے ذریعہ انسان اپنی محنت، قابلیت اور کوشش کے بل بوتے پر اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کر لیتا ہے۔ کارلس لیمنٹ انسان دوستی کے فلسفے کی روشنی میں انسانی وقار اور اہمیت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"انسان دوست فلسفہ اس بات کی گنجائش رکھتا ہے کہ نسل انسانی ہار سکتی ہے اور ہمیشہ کے لئے ہار سکتی ہے۔ لیکن اسے اس بات پر مکمل یقین ہے کہ ہمارے اندر جیتنے کی صلاحیت، ذہانت اور ہمت موجود ہے۔ اگرچہ یہ ہمارے کائناتی دعوئوں کو کم کرتی ہے۔ لیکن ہماری ارضی امیدوں کو بڑھاتی ہے۔ چنانچہ انسان دوستی ہمیں زندگی کا خوش دلی اور بہادری سے سامنا کرنے کی ہمت دیتی ہے۔ یہ ہماری آزادی پر انحصار کرتی ہے اور ہمیں ایک کھلے مستقبل میں اعلیٰ تقدیر اپنانے کی دلیل دیتی ہے۔"(۲)

انسان دوستی نے جہاں علوم و فنون اور دیگر شعبہ ہائے زندگی پر اپنے اثرات مرتب کئے ادب پر بھی اپنے گہرے نقوش ثبت کئے۔ عالم ادبیات جہاں دنیا کی بڑی زبانوں جس میں انگریزی، چینی اور دیگر زبانیں شامل ہیں اپنا اثر ورسوخ قائم کیا وہیں اردو زبان و ادب نے بھی انسان دوستی کو اپنایا۔ اردو ادب میں انسان دوستی مختلف رنگوں میں پروان چڑھی۔ اردو شاعری میں نظیر اکبر آبادی، فیض احمد فیض اور اختر الایمان کی نظمیں انسان دوستی پر پوری اترتی ہیں۔ نظیر اکبر آبادی نے اپنی نظموں میں انسان کی زندگی سے متعلق موضوعات کو نظموں جگہ دی۔ ان کی نظموں میں انسان دوستی کے بارے میں اختر بلوچ لکھتے ہیں کہ:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN (Online): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

> ''نظیر اکبر آبادی یقیناً اردو ادب کے ایک ایسے روشن خیال شاعر کے طور پر سامنے آتے ہیں جنہوں نے انسان ذات سے متعلق موضوعات، رسم و رواج اور پیشوں کو اپنا موضوع بنایاہے۔ اور اردو ادب میں ترقی پسند تحریک کے بعد انہیں ترقی پسندی کا بنیادی اور پہلا علمبر دار سمجھا جاتا ہے۔''(۳)

ادب میں جہاں دیگر اصناف کو اہمیت حاصل ہے۔ وہیں اردو ناول کا انسانی زندگی سے براہ راست تعلق ہے۔ اردو ناول کا آغاز انگریزی کے توسط سے ہوا۔ مولوی نذیر احمد پہلے ناول نگار ہیں جنہوں نے کہانی کو مافوق الفطرت عناصر کی بجائے انسانی مسائل اور ان کے حل کے لئے ناول کو انسانی زندگی سے مربوط کیا۔ ناول کا بنیادی موضوع انسان اور اس کی حقیقی زندگی کو بیان کرنا ہے۔ اردو ادب میں ناول نے اس وقت بنیاد رکھی جب انسان معاشرتی و مادی لحاظ سے بتدریج ترقی کر رہا تھا۔ لیکن اس مادی ترقی میں انسانی مسائل بھی جنم لے رہے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ناول کے تفریحی پہلو کو کسی طور کم نہیں کیا جاسکتا۔ چونکہ ناول کا عملی زندگی میں ایک واضح اظہار یہ ہے کہ وہ غیر انسانی اقدار کے خاتمے کیلئے بھرپور کوشش کرتا ہے۔ یہ اردو ناول کا انسان دوست کردار ہے۔ ڈاکٹر صلاح الدین درویش اردو ناول کے انسان دوست کردار کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:۔

> ''ہمارا اردو ناول بر صغیر پاک و ہند جیسے تیسری دنیا کے اہم ترین حصے کے سیاسی، سماجی، جغرافیائی اور معاشی حالات و واقعات کا نہ صرف یہ کہ شاہد ہے بلکہ ایک ایسی فکر کی نشو و نما میں مدد دیتا ہے جو معاشرے میں موجود غیر انسانی اقدار و روایات کے خاتمے کے لئے عملی جدوجہد پر بھی اکساتا ہے یہی اردو ناول کا انسان دوست کردار ہے۔''(۴)

مراۃ العروس ۱۸۶۹ میں تحریر کیا جانے والا پہلا ناول ہے لیکن کچھ عرصہ بعد بنات النعش، توبۃ النصوح، ابن الوقت، فسانہ مبتلا اور ایامٰی منظر عام پر آئے۔ ان ناولوں کی بنیاد اصلاحی نوعیت کی ہے لیکن ان کے بیشتر ناولوں میں کردار مذہبی و سیکولر انسان دوستی پر پورے اترتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس دور میں ناول اپنی ارتقائی منازل طے کر رہا تھا چنانچہ فنی لحاظ سے کمزوریاں ناول کے ساتھ چلتی رہی ہیں۔ مراۃ العروس جس عہد میں پیش کیا گیا وہ ہندوستان کی زبوں حالی کا وقت ہے۔ مسلمان تہذیبی و تمدنی لحاظ سے انگریزوں کے خلاف تھے مذہبی اور تعلیمی لحاظ سے انگریزوں سے متنفر بھی تھے۔ نذیر احمد نے اپنے ناولوں کی بنیاد اخلاقیات اور اصلاح معاشرہ پر رکھی۔ جس طرح روشن خیالی اور عقلیت پسندانہ سوچ میں انسان دوستی کو اولیت حاصل ہے۔ اسی طرح نزیر احمد کے ناول بھی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN (Online): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

انسان دوست کرداروں کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ مراۃ العروس کا موضوع عورت کی تعلیم ہے۔۱۸۶۸۔۶۹ کا دور جب یہ ناول لکھا گیا اس وقت عورت کو زیادہ اہمیت نہ دی جاتی تھی اور خاص طور پر لڑکیوں کی تعلیم پر تو بالکل توجہ نہ دی جاتی تھی۔اصغری اس ناول کا انسان دوست کردار ہے جو اپنی صلاحیتوں اور خوبیوں کے بل بوتے پر اپنا گھر خوشحال بنا لیتی ہے ۔امور خانہ داری ہو یا پھر سلیقہ شعاری ہر لحاظ سے ایک انسان دوست خوبیوں کی حامل ہے۔جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد ہندوستانیوں نے گہرا صدمہ اٹھایااور سماجی مسائل کی اندوہناک صورت حال پیدا ہوئی۔ مراۃ العروس تعلیم نسوں کی ابتدائی کڑی ہے جس میں عورت کی تعلیم اور گھریلو زندگی کو موضوع بنایا گیا ہے ۔عورت معاشرے میں باوقار زندگی صرف اور صرف تعلیم اور بہتر تربیت کے بل بوتے پر گزار سکتی ہے ۔خاص طور پر مسلم گھرانے میں عورت باوقار انسان دوست کردار بن کر معاشرے میں اپنا انسان دوست کردار ادا کر سکتی ہے۔ناول میں ااصغری کا کردار پورے ناول کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے ہے۔یہ وہ دور تھا جہاں اشرافیہ کی عورتیں قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ معاشرتی زندگی میں جہاں مرد کو برتری حاصل تھی وہیں عورت کو تعلیمی میدان میں بہت پیچھے رکھا گیا۔ لیکن اصغری کے کردار نے برصغیر کی عورتوں کو سوچنے، سمجھنے اور تعلیم حاصل کرنے کی حس کو بیدار کیا۔ مراۃ العروس میں محمد کامل کا کردار انسان دوست خوبیوں سے متصف ہے۔

انسان دوست کردار اپنے آپ کو مہارتوں اور خوبیوں سے آشنا کرواتا ہے چاہے وہ کسی بھی عمر طبقے یا علاقے سے تعلق رکھتا ہو۔ محمد کامل کو عربی آتی ہے لیکن اسے حساب کتاب سے کوئی خاص واقفیت نہ تھی اسی وجہ سے اسے نوکری نہ ملتی تھی۔اپنی اس کمزوری کو ختم کرنے کے لیے وہ حساب کتاب سیکھنے پر توجہ دیتا ہے۔انسان دوست کردار وقت اور حالات کے مطابق خود کو ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔وہ محنت کو اپنا شعار بناتا ہے اور کھیل کود پر اپنا وقت ضائع کرنے کی بجائے حساب کتاب سیکھنے پر توجہ دیتا ہے یوں وہ اپنی نوکری میں حائل بڑی رکاوٹ کو اپنی عمدہ کارکردگی سے کامیابی میں بدل دیتا ہے۔

> ”محمد کامل عربی پر بھی زیادہ محنت کرنے لگا اور ایک مدرس سے مدرسے کے باہر حساب کتاب بھی سیکھنا شروع کر دیا۔ خدا نے وقت میں بڑی برکت دی ہے اس کو انتظام کے ساتھ صرف کرنے سے چند روز میں محمد کامل کی استعداد عربی بھی درست ہو گئی اور حساب اور ریاضی کی بھی کتابیں نکل گئیں“۔(۵)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

نزیر احمد کا دوسرا ناول بنات النعش ہے جسے مراۃ العروس کا ہی دوسرا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ جس میں حسن آرا کا کردار ابتدا میں ایک بد اخلاق عورت کے طور پر ظاہر ہوتا ہے لیکن جب اس کی تعلیم و تربیت ہوتی ہے تو وہ ایک ذمہ دار با اخلاق کردار کے طور پر ابھرتی ہے۔ اس ناول میں بھی اصغری کا کردار انسان دوست خوبیوں سے آراستہ ہے جو اپنے عقائد اور نظریات میں جدید سائنسی سوچ رکھی ہے۔ وہ کشش ثقل اور زمین کی ماہیت کے بارے میں ایک جدید سائنسی نظریہ رکھتی ہے جسے حسن آرا کو بتاتے ہوئے رہنمائی کرتی ہے یوں انیسویں صدی میں سائنس اور جدید نظریات سے رغبت اس کی انسان دوست فکر کو ظاہر کرتی ہے:۔

> ''حسن آرا: زمین کا کھینچنا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز زمین پر پھینکو زمین پر گرتی ہے مگر یہ کیوں کر دریافت ہوا کہ کل چیزیں ایک دوسرے کو کھینچتی ہیں؟ محمودہ: کئی باتوں سے اس کی شناخت ہوتی ہے اول تو یہ کہ پانی میں انگلی ڈبوؤ تو پانی کی بوند سرے پر لٹکتی رہتی ہے اگر انگلی کی کشش نہیں ہے تو بوند گر کیوں نہیں پڑتی؟۔''(۶)

مذہبی انسان دوستی کی بنیاد ہی اخلاقیات پر استوار کی گئی ہے۔ اخلاقی اقدار کی مثبت اور عملی تشکیل سے ہی مذہبی انسان دوستی پروان چڑھتی ہے۔ توبۃ النصوح میں ابتدا میں نصوح کا کردار ایک لاپرواکردار کے طور پر سامنے آتا ہے۔ لیکن بعد ازاں جب وہ خواب غفلت سے بیدار ہوتا ہے تو اصلاح معاشرہ کے لئے مذہبی انسان دوست کردار کے طور پر پہچانا جاتا ہے اور اپنے بچوں کی مذہبی طرز پر پرورش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی اثنا میں وہ گھر کے دوسرے افراد کو بھی جگانے کی کوشش کرتا ہے لیکن اسے احساس ہوتا ہے کہ اگر اولاد بڑی ہو جائے تو ان کی تعلیم و تربیت بہت مشکل ہو جاتی ہے۔ یوں نصوح کا کردار مذہبی انسان دوستی کا عکس ہے خدا اور انسان کے مکالمے میں مذہبی انسان دوستی کی پرتیں واضح ہوئی ہیں:۔

> ''میں نے تجھ کو انسان بنا کر بھیجا تا کہ مصیبت زدوں کی ہمدردی کرے مگر تو نے ایسی تن آسانی اختیار کی کہ راحت پہنچانا تو درکنار دوسروں کو تکلیف دے کر بھی اپنی آسائش حاصل کرنے میں تجھ کو باک نہ تھا۔ تیرے ہمسائے، ہمارے بندے رات کو فاقے سے سوتے تجھ کو سوہ ہضم کے علاج سے ان کے پرداخت کی پرواہ نہ تھی۔''(۷)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

نصوح کا کردار ہمارے معاشرے میں تربیت اولاد جیسے اہم فریضہ کو بطور انسان دوست پیش کرتا ہے ۔اولاد والدین کی عدم توجہی کا شکار ہو کر اخلاقی پستی کا شکار ہو جاتی ہے اس سے نہ صرف اس کی شخصیت متاثر ہوتی ہے بلکہ انسان دوست معاشرے کی تشکیل میں بڑی رکاوٹ کا باعث بنتا ہے۔

نذیر احمد کا ناول ابن الوقت جدید انسان کے نظریات کو پیش کرتا ہے ۔وہ اپنے عہد میں ہونے والی تبدیلیوں کو نہ صرف قبول کرتا ہے بلکہ سائنسی طرز عمل اور انسانی وقار کو بھی اہمیت دیتا ہے اور ہر وقت اپنی ظاہری وضع داری سے مغربی طرز فکر رکھتا ہے جو کہ سیکولر انسان دوست کردار کے رویے کا اظہار ہے۔وہ مذہب اور مذہبی توہمات کو منطق و استدلال سے جانچتا ہے۔اس زمانے میں مسلمانوں کا انگریزوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا ایک برا فعل تصور کیا جاتا تھا۔اس ضمن میں سر سید نے اپنی معروف تصنیف طعام اہل کتاب تحریر کی۔ابن الوقت نہ صرف انگریزوں کے ساتھ اٹھتا،بیٹھتا بلکہ کھانا کھانے کے ساتھ ساتھ وہ ان کا سا لباس پہنتا اور طرز زندگی اختیار کرتا ہے۔وہ صرف انگریزی ہی نہیں سیکھتا بلکہ ان سے محبت جتانے میں کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا ہے۔۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کے موقع پر انگریزوں سے ہمدردی کرتے ہوئے مسٹر نوبل کی جان بچاتا ہے۔اپنے طرز عمل سے وہ انگریزی وضع قطع رکھتے ہوئے سگریٹ کے کش بھی بھرتا ہے۔وہ جدید علوم جن میں عربی،ریاضی،فارسی اور فلسفہ شامل ہیں ان میں عبور رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ انگریز جاگیر سے بھی نوازتے ہیں:۔

> ’’چھ برس ابن الوقت مدرسے میں رہا۔کسی برس اس نے وہ تمغہ انگریزی،عربی،فارسی اور سنسکرت میں کسی کو لینے نہ دیا۔جب موقع ملتا ابن الوقت پرانی دلی کے کھنڈروں میں تعطیل کے دنوں کو ضرور صرف کرتا۔غیر ممالک کے لوگ تجارت،سیاحت یا کسی دوسری ضرورت سے شہر آنکلتے تو ابن الوقت ادبدا کر ان سے ملتا اور ان کے ملک کے حالات اور عادات کی تفتیش کرتا۔‘‘(۸)

ابن الوقت مذہبی شدت پسندی کے سخت خلاف تھے اور اپنی تقریر میں ہندوستانیوں سے مخاطب ہو کر انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان ایک صالح کا کردار ادا کرتے ہیں۔دراصل وہ ایک سیکولر انسان دوست نظریہ رکھتا ہے جو اس حقیقت کو پہچانتا ہے کہ دنیا میں مادی اور شخصی آزادی کے ذریعے ہی کامیابی ممکن ہے۔فلسفہ،منطق اور سائنسی افکار سے بھرپور ہونے کی وجہ سے ابن الوقت میں سیکولر انسان دوستی کے اثرات ملتے ہیں۔

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ایامیٰ ناول میں آزادی کا کردار بھی سیکولر نقطہ اظہار ہے۔ اس کے والدین کے مزاج میں بہت فرق ہے۔ اس کے والد انگریزی طور طریقوں اور رسم ورواج سے رغبت رکھتے ہیں جبکہ اس کی والدہ مولویوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ آزادی بیگم بھی انگریزی طرز زندگی سے متاثر تھی۔ اس کی والدہ اس کی شادی مرضی کے خلاف ایک مولوی سے کر دیتی ہے۔ وہاں اپنی سوچ اور فکر سے اپنے شوہر کے خیالات کو تبدیل کرتی ہے اور نوکری کی غرض سے اسے بھوپال بھیجتی ہے اور وہیں اس کا انتقال ہو جاتا ہے۔ ہندوستان میں بیوہ کی دوسری شادی ایک برا فعل سمجھا جاتا ہے۔ یہ وہ عہد تھا جب برہمو سماج کی بنیاد رکھی گئی اور مذہبی قوانین پر سخت پابندی لگائی گئی۔ ہندو معاشرے میں عورت مذہبی تسلط اور رسم ورواج کی بھینٹ چڑھ رہی تھی۔ آزادی کا کردار سماج کے لیے ایک انسان دوست فکر تھا جس نے نکاح کی اہمیت کو وضع کیا۔ یوں یہ کردار عورت کے مسائل جیسا کہ تنہائی اور جنسی خیالات کو ایک سیکولر اور جدید ترقی یافتہ انسان کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ ناول کے آخری حصے میں آزادی جب مردوں سے خطاب کرتی ہے تو ایک ترقی یافتہ عورت کے طور پر سامنے آتی ہے۔

> ”بزرگوں، بھائیوں، عزیزوں السلام علیکم ہندوستان میں اور ہندوستان میں نہیں تو اس شہر میں شاید یہ پہلا اتفاق ہے کہ ایک پردہ نشین عورت مردوں سے خطاب کر رہی ہے جن سے بعض اجنبی بھی ہیں۔ عورت کسی قوم، کسی مذہب کسی ملک، کسی عمر، کسی حالت کی کیوں نہ ہو۔ تھوڑا بہت حجاب اس کی طبیعت میں ضرور ہوتا ہے۔“(۹)

الغرض آزادی کا کردار ایک سیکولر اور وجودی انسان دوستی کا امتزاج کردار ہے جو عورت پر گزرنے والے جذبات و احساسات کو محسوس کرتی ہے۔ نذیر احمد کے ناولوں کے کردار عورت کی تعلیم، امور خانہ داری اور تربیت اولاد کو موضوع بناتے ہیں جہاں مذہبی انسان دوستی کی پرتیں اخلاقیات کے آئینے میں واضح ہوئی ہیں۔ لیکن ابن الوقت اور آزادی کے کرداروں میں سیکولر، مغربی معاشرت کی تقلید اور جدید فکری رویئے کا اظہار ملتا ہے۔

امراؤ جان ادا ہندوستانی معاشرے کے زوال پزیر ہونے اور اخلاقیات کے گرنے کا استعارہ ہے۔ مشرقی روایات اور تمدن جتنے مضبوط ہوں لیکن وقت اور حالات انسان کو مجبور اور بے بس بنا دیتے ہیں۔ امراؤ ایک ایسا کردار ہے جو ایک معصوم بچی امیرن کے روپ سے لکھنؤ کی ایک مشہور طوائف کا روپ دھار لیتی ہے۔ زمانے اور حالات کے مصائب نے اسے ایک کوٹھے تک پہنچا دیا ہے جہاں نہ صرف انسان کا وقار مجروح ہوتا ہے بلکہ وہ معاشرے کی پھٹکار بھی سہتی ہے۔ ایک وقت تھا جب طوائف لکھنؤ میں تہذیب وتمدن کی زینت ہوا کرتی تھی لیکن

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN (Online): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

اب عہد کی بد حالی نے امراؤ جان ادا ناول میں عورت کو نوابوں کے ہاتھ چند ٹکوں اور سکوں کے عوض تلنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ عالمی انسان دوستی کا پرتو ہے کہ انسان اپنی محنت اور عظمت کے بل بوتے پر کامیابی حاصل کرے لیکن برصغیر میں یہ دور محنت اور جفاکشی اور محبت کی بجائے صرف ذاتی مطلب اور ہوس کے حصول تک محدود تھا۔ خانم کا کردار ناول میں کہیں کہیں انسان دوستی کا داعی بننے کی کوشش کرتا ہے مگر جہاں انسان دشمنی کی بات آتی ہے تو وہ ایک پیشہ ور طوائف کا روپ دھار لیتی ہے اور وہ عورت کو صرف بکاؤ چیز سمجھتی ہے ورنہ طوائف حقیقت میں تو انسان ہی ہے۔

بوا حسینی کا کردار مذہبی انسان دوستی پر پورا اترتا ہے وہ امراؤ جان ادا کی اخلاقی و مذہبی تربیت کرتی ہے۔ اس کی محبت اور شفقت نے امراؤ کے دل سے ماں باپ کی یاد کو مکمل بھلا دیا تھا۔ مرزا ہادی رسوا نے اپنے ناول کی زبانی مشرقی تہذیب اور خاص طور پر غدر کے حالات کو سائنسی تجربے کے طور پر پر جدید انسان کے ذہن کی عکاسی کی ہے:۔

> ''بوا حسینی: اے ہے مولوی کاہے کو، موا قصائی ہے۔ لڑکے کا منھ مارے تمانچوں کے سجا دیا۔ اے لو کان بھی لہولہان کر دیے اے بی بی ایسے مولوی سے کوئی نوج پڑھوائے۔ آخر ہمارے مولوی صاحب بھی تو پڑھاتے ہیں۔''(۱۰)

مرزا ہادی رسوا کا ناول شریف زادہ کا ابتدائی حصہ مذہبی انسان دوستی کے زوال کا نمائندہ ہے شریف زادہ اس عہد کا امین ہے جب بادشاہی دور زوال کا شکار ہو چکا ہے۔ عوام کے اندر مایوسی اور کاہلی آچکی ہے عورتوں کی جہالت اور بداخلاقی معاشرے کو آلودہ کر رہی ہے یوں انسان معاشرتی لحاظ سے پستی کا شکار ہو چکا ہے۔ اس عہد میں مرزا عابد حسین کا کردار ایسے انسان کا کردار ہے جو اپنے آپ کو وقت اور حالات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ انگریزی اور فارسی کی تعلیم حاصل کرتا ہے اور دوران تعلیم ہی شادی کر لیتا ہے اسی دوران والدہ کی وفات ہو جاتی ہے وہ بیوی کی چوڑیاں گروی رکھ کر امتحان دیتا ہے اور یوں امتحان میں کامیابی حاصل کرتا ہے۔ انسان دوست کردار دراصل ایسا کردار ہوتا ہے جو اپنی محنت اور قابلیت کے بل بوتے پر معاشرے میں وقار حاصل کرے۔ عابد حسین بھی مصائب و تکالیف کو برداشت کر کے انجینئر کے عہدے تک پہنچتا ہے۔ مرزا عابد حسین نے بدریج ترقی کی۔ اس نے اپنے بچوں پر توجہ دی اور مرزا باقر علی کو ایک کامیاب انسان بنایا۔ رسوا کے ناولوں کے کرداروں میں یہ امتیازی وصف ہے کہ وہ سماج اور معاشرے کی تصویروں کو اجتماعی طور پر پیش کرتے ہیں۔ عابد کا کردار ار اپنی محنت

، قابلیت اور صلاحیتوں کے بل بوتے پر اعلی مقام عطا کر لیتا ہے۔ شریف زادہ دراصل ایک انسان دوست کردار ہے جو ادنیٰ درجے سے اپنی خوبیوں اور محنت کے بل بوتے پر اعلی درجے پر پہنچ جاتا ہے۔ محمد خالد فیاض عابد کے کردار کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:۔

> ”شریف زادہ خالص اصلاحی ناول ہے اور اسی مقصد کے لئے تحریر کیا گیا ہے۔ اس میں مرزا عابد حسین کے کردار کو حوصلے اور ہمت اور محنت و مشقت کی مثال بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ پڑھنے والے ان کی زندگی سے سبق حاسل کر سکیں۔ مرزا عابد کو "شریف زادہ " کے روپ میں دکھایا گیا ہے۔ ایسا شریف زادہ جس کی اپنی ذات "ضرورت زمانہ" میں ایک آئیڈیل ہے۔"(۱۱)

فسانہ آزاد اردو ادب کا ایک ایسا ناول ہے جو مزاح کے ساتھ ساتھ معاشرے پر طنز و نشتر کو اپنے ہاں سمیٹا ہے۔ جس میں طبقاتی کشمکش کا احساس بھی ہے اور طبقات کی کھینچا تانی کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ جن میں غریب اور امیر، خوشحال اور بدحال کے ساتھ ساتھ جاگیر دارانہ سماج اور استحصال ہر دور کے طبقے کے ساتھ رہا ہے۔ فسانہ آزاد میں دو طرح کے طبقات ہیں جن میں ایک طبقے کی نمائندگی نواب اور سرمایہ دار کرتے ہیں جو کہ دولت کی وجہ سے اپنا ایک الگ مرتبہ تصور کرتے ہیں اور خود کو دوسرے تمام انسانوں سے ممتاز سمجھتے ہیں۔ دوسری طرف نچلہ طبقہ ہے جس کے اپنے مسائل ہیں جو کہ سرمایہ دار طبقے کا محتاج ہوتا ہے۔ جن کی اپنی سوچ نہیں ہوتی ہے وہ اپنی سوچ، فکر اور طرز عمل سے امیر طبقے کا محتاج ہوتا ہے۔ گویا فسانہ آزاد میں کہیں کہیں کردار اشتراکی انسان دوستی کا روپ دھارے ہوئے ہیں۔ اس ناول میں آزاد کا کردار سیکولر انسان دوستی کی نمائندگی کرتا ہے۔ وہ اس عہد میں ہونے والے سائنسی ثمرات سے مستفید ہوتا ہے اور اس دور میں ہونے والی ترقی کو انسانی کامیابی سے مربوط کرتا ہے۔ وہ مذہبی رسم و رواج کے خلاف ہے اور تعویز گنڈے کا قائل نہیں ہے اور عورت کی تعلیم کا زبردست حامی ہے۔ آزاد اپنے دور میں ہونے والی تبدیلیوں کو محسوس کرتا ہے۔ طالب علم مدرسوں سے جدید کالجوں میں جا رہے ہیں۔ ان کے سامنے مولوی یا پنڈت نہیں بلکہ مغربی تعلیم سے آراستہ جدید استاد کھڑا ہے۔ روایتی علوم کی جگہ سائنسی اور سماجی علوم نے لے لی۔ مسافر خانوں کی جگہ نئے نئے ہوٹل تعمیر ہو چکے ہیں۔ سفر کے نئے ذرائع آمد و رفت متعارف ہو چکے ہیں ریل کی مؤثر ایجاد نے زندگی میں ایک واضح فرق کو متعارف کروایا۔ زندگی میں لوگوں سے جڑنے کے لیے نئے آلات اخبارات، رسائل اور کتب قدامت پسندی کے تصورات کو نئے سرے سے دریافت کر رہے ہیں۔ برصغیر کے

ساحلوں پر جدید انجن سے بحری بیڑوں نے سمندر میں ایک نئی دنیا آباد کر دی ہے۔ آزاد اپنے عہد کی تبدیلیوں کو محسوس کرتا ہے جو کہ ایک جدید انسان کی طرف پیش قدمی کا اظہار ہے۔ سر سید احمد خان جس نئے انسان کو پیدا کرنا چاہتے تھے وہ فسانہ آزاد میں آزاد کی شکل میں وارد ہوتا ہے۔ وہ دنیا کے حسین رنگ کو جدید معاشرے کے روپ میں دیکھتا ہے۔ یہ انسان تہذیب و ثقافت اور معاشرتی زندگی کے نئے راستے تلاش کر رہا ہے وہ سیکولر انسان دوستی کا خواہاں ہے اور زندگی کو مادی بنیادوں پر قائم ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ وہ صدیوں سے سوئے ہوئے جاگیر داری نظام اور سماج کو توڑنے کا خواہاں ہے۔ یہ نیا انسان سرشار کے ہیرو آزاد کے روپ میں جابجا اپنے وجود کا احساس دلاتا ہے۔ وہ پرانے نظریات و تصورات کو رد کر کے نئے سائنسی اور علمی نظریات کا اظہار کرتا ہے اور قدم قدم پر بطور انسان دوست زندگی کے نئے شعور سے آگاہ کرتا ہے۔ اسے نئے نظریات و تصورات کی آگاہی دیتا ہے مگر انسان کی سماجی بنیادیں اسے ان سے دور رکھتی ہیں ہیں وہ حیران ہے کہ دنیا کیسے بدل گئی ہے؟ وہ سوچتا ہے کہ دنیا کا پڑاؤ کہاں ہو گا؟ کیا پرانے نظریات کو بھی زوال آسکتا ہے؟ یہ وہ خیالات اور نظریات ہیں جو آزاد کو سیکولر انسان دوست کردار کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ آزاد کی مکالمہ نگاری ایک موثر انسان دوست شعور کو وضع کرتی ہے۔ بزرگوار اور آزاد کی مکالمہ نگاری میں آزاد کی گفتگو ایک جدید ذہن کو عیاں کرتی ہے:۔

> ''یونان کا حکیم محقق اور فلسیوف مدتوں فیثا غورث زمین کے سکون کا قائل نہ تھا۔ ان کے بعد جرمنی کا ایک فاضل اکمل اور عالم اجل نے جلنے نظام فیثاغورث کا سکہ بٹھا دیا۔ اب نظام بطلیموس چراغ پر زردی چھا گئی اور نظام فیثاغورث میں لمن الملک بجانے لگا آفتاب البتہ ساکن اور مرکز ہے اور اس کے گرداگرد زہرہ مشتری اور مریخ اور زحل عطارد زمین اور فنون ہر مثل دورہ کرتے ہیں۔"(۱۲)

راشد الخیری کے کرداروں کے ہاں اخلاقیات اور مذہبی انسان دوستی کو فروغ ملا۔ انہوں نے معاشرے میں پست کرداروں کو اپنے ناولوں میں جگہ دی۔ وہ مرد کی اجارہ داری پر بننے والے معاشرے میں عورت کے ساتھ ہونے والے ظلم وستم کو ایک انسان دوست کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ ناول صبح زندگی اور شام زندگی میں نسیمہ کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی تربیت ایک استانی کے زریعے کی جاتی ہے۔ جو اسے گھر داری اور سلیقہ شعاری کے طور طریقے سکھاتی ہے۔ شام زندگی میں اپنے سسرال میں جس طرح زندگی گزارتی اور اپنے گھر کو ایک خوبصورت گلدستے میں تبدیل کر دیتی ہے۔ یوں نسیمہ اپنی قابلیت اور صلاحیتوں کی وجہ سے ایک کامیاب انسان

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN (Online): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

دوست کردار کے طور پر سامنے آتی ہے۔جو دوسری خواتین کو اخلاقیات اور امور خانہ داری میں کس طرح زندگی گزارنی چاہیئے درس دیتی ہے۔تربیت اولاد پر وہ ماؤں کو درس دیتی ہے جو ایک کامیاب امور خانہ کی عمدہ مثال ہے۔

"تو بیویو: یاد رکھو کہ یہ بے زبان ان معصوم قدرت نے جو تمہارے سپرد کیا ہے ان کی پرورش جہاں تمہارا فرض ہے وہاں یہ قدرت کی امانت بھی ہیں اور ان کی موت کی تم ذمہ دار بھی ہو گی۔بچے کی موت کے یہ معنی نہیں ماں نے رو دھو کر صبر کر لیا بلکہ اس کی پرورش میں غلطی ہوئی جس کا نتیجہ خواہ موت ہو۔"(۱۳)

نسیمہ سائنسی علوم پر توجہ دیتی ہے اور قدرتی آفات جیسے زلزلے کا آنا، بارش برسنا پر کافی معلومات رکھتی ہے۔وہ سمجھتی ہے کہ زندگی میں پریشانیاں اور مصیبتیں ہی حقیقی زندگی میں انسان کے لیے پیش قدمی ہوتی ہیں اور زندگی کا اصل مقصد ہی اس دنیا کے نشیب و فراز کو برداشت کرنا ہے۔وہ جاہلانہ رسم ورواج جیسا کہ تعویز گنڈوں کے سخت خلاف تھی۔اخلاقی اور مذہبی رویہ رکھتے ہوئے مذہبی انسان دوست کردار تھی لیکن ساتھ ہی محنت اور مستقل مزاجی کو کامیابی کا ذریعہ بناتی ہے جو کہ ایک انسان دوست کردار کے نمایاں اوصاف ہیں:۔

"بیگم صاحبہ سمجھتی ہیں کہ نسیمہ آج جب کبھی گھر کے کام دہندوں سے چھٹکارا ہوا گھڑی ادہ گھڑی کو یہ لے بیٹھے گی۔اٹھتے بیٹھتے مہینہ دو مہینہ میں کسی نہ کسی طرح کرتے تیار ہی ہو جائیں گے مگر نسیمہ اللہ کی بندی کو تو شروع ہی سے مرض یا خبط جو کچھ بھی ہو گھٹی میں یہ بات پڑی تھی کہ جو کام کرنا ہے جب تک ختم نہ کرلے چین سے بیٹھے نہیں۔"(۱۴)

گوشہ عافیت ناول پریم چند نے اس وقت تحریر کیا جب پہلی جنگ عظیم اپنے اختتام کو پہنچ چکی تھی۔انقلاب روس کے دنیا بھر میں اثرات مرتب ہو رہے تھے اور ہندوستان میں عدم اعتماد کی تحریک عروج پر تھی جن میں سبھی طبقات شامل تھے۔کسان کی آواز واضح گونج کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ناول میں غریب کسانوں اور زمینداروں کی آپسی کھینچا تانی، ظلم و ستم اور غیر انسانی سلوک کو پیش کیا گیا ہے۔گوشہ عافیت میں پریم چند نے معاشی پستی اور دیہاتی لوگوں کی زندگی اور ان کے مسائل کو موضوع بنایا ہے۔گائیتری اس ناول کا ایک ایسا انسان دوست کردار ہے جو معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے اپنی ساری زندگی وقف کر دیتی ہے اور ساتھ ہی وہ زمیندار طبقے کی عورتوں کو بھی شامل کر لیتی ہے جو غریبوں کی ہمدرد ہوتی ہیں۔گائیتری کا کردار نو انسان دوستی کا مظہر ہے جو بلا تفریق معاشرے میں لوگوں کی مدد کرتی ہے۔

چوگان ہستی ناول میں ایک نچلے طبقے کے لوگوں کی کہانی ہے جو آپس میں اتفاق سے رہتے ہیں جنہیں اپنی زمین سے بے حد لگاؤ ہے۔ اسی گاؤں کا ایک اندھا کسان سورداس بھی ہے جو گاؤں میں آتی جاتی گاڑیوں کے پیچھے بھاگتا اور بھیک مانگتا ہے۔ اسی بھیک سے اپنے بیٹے مٹھوا کا پیٹ پالتا ہے۔ گاؤں کے لوگ سورداس سے محبت کرتے ہیں اس کے پاس تھوڑی سی زمین ہے جس پر اس نے چراگاہ بنائی ہوئی ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ زمین اس کے پاس بزرگوں کی امانت ہے اس پر وہ یا تو مندر بنوائے گا یا پھر کنویں کی کھدوائی کروائے گا۔ سورداس کا کردار انسان دوستی کی اعلیٰ مثال ہے جو اپنی کم حیثیت ہونے کے باوجود بھی تمام ترجمع پونجی لوگوں کی بھلائی کے لئے وقف کرنے کو تیار ہوتا ہے۔ حالانکہ اس کا مقابلہ جان سیوک جیسے سرمایہ دار سے ہوتا ہے لیکن وہ ڈٹ کر اس کا مقابلہ کرنے کو تیار رہتا ہے۔

ناول میدان عمل میں منی ایک انسان دوست کردار ہے جو حق اور سچ کے آگے ڈٹ جاتی ہے۔ جس کی عصمت دری انگریزوں نے کی ہوتی ہے۔ اور وہ پاگل ہو جاتی ہے۔ اور غصہ کی حالت میں دکان کے سامنے تین انگریزوں کو قتل کر دیتی ہے جس کے جرم میں وہ جیل چلی جاتی ہے۔ منی کا کردار ایک انسانیت سوز کردار پریم چند نے دکھایا ہے وہ محض نچلی ذات کی وجہ سے انگریزوں کی بے رحمی کا شکار ہوئی۔ جہان اخلاقیات مردہ ہو جائیں تو منی جیسی عورتوں کو انصاف کے حصول کے لیے بڑے سے بڑا اقدام اٹھانے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ جہاں انسان اور سماج دشمنی بڑھ جائے تو عدل و انصاف ناپید ہو جاتا ہے۔ جج صاحب منی کو مقدمہ سے بری کر دیتے ہیں لیکن منی گاؤں چھوڑ کر چلی جاتی ہے۔

بیوہ ناول میں امرت رائے کا کردار انسان دوستی کا نمائندہ ہے جو اپنی پوری زندگی مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کے لیے وقف کر دیتا ہے۔ پریم چند اپنے اردگرد معاشرے میں ہونے والے واقعات کو ہو بہو لکھنے میں مہارت رکھتے ہیں۔ بیوہ ناول میں بیوہ عورت کے مسائل اور اس پر گزرنے والی صورتحال کو ہو بہو نقل کیا گیا ہے۔

ناول میدان عمل میں سمن کو ایک طوائف کے روپ میں پیش کیا گیا ہے۔ بٹھل داس ایسا کردار ہے جو طوائفوں کے گھر بنواتا ہے۔ مسلمانوں کے بااثر شخص حاجی ہاشم وہاں مسجد بنوا دیتے ہیں چمن لعل مندر بنوا دیتا ہے۔ طوائفوں کا جلسہ ہوتا ہے جس میں وہ تقریریں کرتی ہیں اور اپنی گزری ہوئی زندگی پر پشیماں ہوتی ہیں اور نیک راستہ اختیار کرنے کا عزم کرتی ہیں۔ بازار حسن اپنے نام کے اعتبار سے طوائف کی کہانی ہے لیکن یہاں سیکولر انسان دوستی کا عکس جھلکتا ہے۔ انسان اپنے ماضی کو بھلا کر ایک نئے ارادے کے ساتھ اپنے مستقبل کو بہتر بنانے جانے کا عزم کرتا

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ہے۔ طوائف ایک ایسا کردار ہے جس سے معاشرے کا عام فرد بھی سخت نفرت کرتا ہے لیکن بازار حسن میں علاقے کے معززین جیسا کہ بٹھل داس، حاجی ہاشم اور چمن لعل ان کی فلاح اور خوشحالی میں بھرپور تعاون کرتے ہیں۔ جو کہ نو انسان دوستی کی اعلیٰ مثال ہے۔ یہ تمام کردار اپنے افعال میں بہترین انسان دوست ہیں جو معاشرے کی بھلائی کے لئے بلاامتیاز کوشش کرتے ہیں۔

پریم چند کسانوں، مزدوروں اور غریب طبقے کی زندگی کو ایک اشتراکی انسان دوست کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ وہ سرمایہ دار اور اجارہ دار کا غریبوں کا استحصال کرنے کے سخت خلاف تھے۔ ایک طرف سرمایہ دار اور اجارہ دار طبقہ اپنی اجارہ داری کے زریعے غریب کسانوں اور مزدوروں کو کچل رہا تھا جبکہ دوسری طرف سرمایہ دار اور زمیندار انہی غریبوں اور کسانوں کے اناج پر راج کرتے ہیں۔ ڈاکٹر قمر رئیس پریم چند کی اشتراکی انسان دوستی کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:۔

> ”چونکہ انہوں نے لوگوں کی طرح اشتراکیت کو زندگی سے سیکھا تھا۔ اس لیے وہ مارکس نہ بننے کے باوجود اشتراکی تھے انہوں نے اشتراکیت کی اسپرٹ کو اپنے آئیڈیل اور اپنے تصورات میں ڈھال لیا۔“(۱۵)

لندن کی ایک رات کا گم نام کردار ہیرن پال ایک ایسا کردار ہے جو ہندوستانی عوام کو غلام و محکوم زندگی سے آزاد کروا کر ایک پرامن انسان دوست آزاد معاشرے کا متمنی ہوتا ہے۔ جو انسانی آزادی پر یقین رکھتا ہے۔ تمام نوجوان پرانی روایات کے مسخ ہونے کے ساتھ ساتھ نئی قدروں کے متلاشی ہیں۔ راؤ، عارف اور احسان سے کہتا ہے کہ تم اپنے ذاتی مقاصد کو چھوڑ کر وطن اور قومی مفادات کو اولین ترجیح دو۔ کیونکہ ہندوستانی معاشرہ میں حقیقی ترقی اور خوشحالی تب ہی ممکن ہے جب تمام لوگ اپنے ذاتی مفادات کو پس پشت ڈال دیں۔

شکست ناول میں شیام کی سوچ ایک انسان دوست کردار کو ظاہر کرتی ہے جو جوان عورتوں کو تسلی دیتا ہے کہ معاشرے میں ایک دن بدلاؤ ضرور آئے گا اور سبھی عورتوں کو ان کے حقوق ملیں گے۔ شیام کا کردار ایک جدید ذہن کی عکاسی کرتا ہے۔ غریب عورتوں کے مسائل اور معاشرتی تضاد میں اس کی سوچ ایک ترقی یافتہ ذہنیت کی عکاسی کرتی ہے۔ اس کا کردار سیکولر اور اشتراکی انسان دوستی کا امتزاج ہے جو کہ ترقی پسند خیالات کا مظہر ہے۔ وہ سماج کی برائیوں کو بدلنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ ہر نئی بات سیکھنے کو پسند کرتا ہے۔ وہ جب پہلی بار درانتی چلانا سیکھتا ہے تو کرشن چندر اس کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN (Online): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

"شیام آہستہ آہستہ درانتی چلانے لگا۔اسے ایسا معلوم ہوا جیسے وہ نئی زبان،ایک نئے ادب،ایک نئی تہذیب،ایک نئی زندگی سے آشنا ہورہا تھا۔یہ ایک نئی دنیا تھی اس کے اپنے اصول تھے۔آہستہ آہستہ درانتی چل رہی تھی۔"(۱۶)

شیام ایک ایسے انسان دوست معاشرے کا متقاضی ہے جہاں سرمایہ دار، جاگیر دار اور نچلی ذات کے لوگ عدل و انصاف سے زندگی گزار سکیں۔ جہاں رسم ورواج کی آڑ میں سماج کے رکھوالے کسی مظلوم کے بنیادی حقوق کو پامال نہ کر سکیں۔

ناول گریز میں نعیم کا کردار سیکولر انسان دوستی پر پورا اترتا ہے۔ جس میں ایک ایسا کردار دکھایا گیا ہے جو یورپ میں جاکر عیش پرستی اور جنس پرستی کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ وہ بیسویں صدی کے بدلتے ہوئے اہم رجحانات کا اثر قبول کرتا ہے۔ اس کے اندر کسی قسم کی اخلاقی اور مذہبی رکاوٹ نہیں ہے۔ وہ حقیقی معنوں میں سیکولر کردار ہے جو سائنسی ایجادات اور نئے علوم سے خوب واقفیت رکھتا ہے۔ لیکن سماجی تبدیلیوں سے آزاد ہو کر یورپی طرز زندگی کو اپنانے کو ترجیح دیتا ہے۔ نعیم نئے علوم سیکھنے اور غور و فکر کرنے کے لیے تعلیم حاصل کرتا ہے۔ ناول میں کہیں کہیں اشتراکی انسان دوستی کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ نعیم جب ہوٹل میں میری پول سے ملتا ہے اور اس کی تقریر سنتا ہے جس میں روس اور فرانس کی جنگ اور اس کے بعد کی انقلابی تحریک پر مارکس اور اینگلز کے بارے میں گفتگو بڑی معنی خیز ہوتی ہے:۔

"فرانس کے مزدور گھروں کو واپس جانے لگے وہ چھوٹا سا تعلیم یافتہ گروہ جس نے انہیں یہاں جمع کیا تھا اور جس میں مارکس، اینگلز اور لینن پیدا ہوئے تھے۔دیر تک ٹھہرا رہا۔"(۱۷)

عزیز احمد کا ناول "آگ" کشمیر کے پس منظر میں تحریر کیا گیا ہے۔ سکندر کا بیٹا ظہیری علی گڑھ کا تعلیم یافتہ ہے۔ وہ جدید ذہن کی عکاسی کرتا ہے اور نئے خیالات کا پروردہ ہے اس کی سوچ ترقی پسند اشتراکی انسان دوست کی عمدہ مثال ہے وہ انقلابی نعروں کی گونج میں شامل ہو جاتا ہے۔ ہندوستان کی فضا سیاسی، سماجی اور معاشی تبدیلیوں سے ہمکنار ہو رہی تھی ناول میں واضح دکھائی دیتا ہے کہ سرمایہ دار مزدوروں اور محنت کشوں کو کچل رہا تھا اور ہر طرح سے ان سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔ انقلاب روس کے بعد برصغیر پاک و ہند میں بھی نچلے طبقے میں شعوری بیداری کا احساس ہوا۔ کہ اشتراکی انسان دوستی ادب میں طبقات کی تقسیم کو ختم کر کے ایک عالمی انسان دوست معاشرے کی خواہاں

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ہے۔ جہاں کسی علاقے میں رہنے والے کسان، غریب مزدور، سرمایہ داروں اور جاگیر دار برابری کی زندگی گزار سکیں۔

حوالہ جات

۱۔ روبینہ الماس، اردو ناول میں طبقاتی شعور:(کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۱۸)، ص ۳۷

۲۔ مترجم امجد علی بھٹی، کارلس لیمنٹ، انسان دوستی کا فلسفہ:(لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۰۷)، ص ۲۳۰

۳۔ اختر حسین بلوچ، اردو ادب میں انسان دوستی:(لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۱۶)، ص ۲۷

۴۔ صلاح الدین درویش، انسان دوستی نظریہ اور تحریک:(اسلام آباد، پورب اکادمی، ۲۰۰۷)، ص ۵۸

۵۔ نزیر احمد دہلوی، مراۃ العروس:(دہلی، کتابی دنیا۔ ۲۰۰۳، ۶)، ص ۹۸

۶۔ نزیر احمد دہلوی، بنات النعش:(دہلی، کتابی دنیا۔ ۲۰۰۳، ۶)، ص ۶۴

۷۔ نزیر احمد دہلوی، توبۃ النصوح:(نئی دہلی، قومی کونسل برائے اردو زبان، ۲۰۰۵)، ص ۲۲

۸۔ نزیر احمد دہلوی، ابن الوقت:(نئی دہلی، مکتبہ جامعہ نئی دہلی لمیٹڈ، ۱۹۸۰)، ص ۲۶

۹۔ نزیر احمد دہلوی، مرتبہ وضاحت حسین، ایامیٰ:(لکھنو، اترپردیش اردو اکادمی لکھنو، ۲۰۱۵)، ص ۲۱۳

۱۰۔ مرزا ہادی رسوا، امراؤ جان ادا:(نئی دہلی، مکتبہ جامع دہلی، ۲۰۱۲)، ص ۶۶

۱۱۔ محمد خالد فیاض، اردو ناول ڈیڑھ صدی کا قصہ، خصوصی شمارہ: (اسلام آباد، اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۱۹)، ص ۱۲۲-۱۲۳

۱۲۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار، فسانہ آزاد:(دہلی، لبرٹی آرٹس پریس جامعہ دہلی، ۲۰۰۴)، ص ۱۸۲

۱۳۔ راشد الخیری، شام زندگی:(کراچی، مطبع سعیدی عید گاہ کراچی، ایڈیشن ۱۹۶۳، ۲۷)، ص ۴۸

۱۴۔ راشد الخیری، صبح زندگی:(دہلی، اترپردیش دہلی، دوسرا ایڈیشن، ۱۹۱۸)، ص ۱۶۴

۱۵۔ قمر رئیس، پریم چند کا تنقیدی مطالعہ: (علی گڑھ، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، ایڈیشن چہارم، ۱۹۷۷)، ص ۱۹۶

۱۶۔ کرشن چندر، شکست:(ایشیا پبلشرز دہلی، ۱۹۹۸)ص ۱۲۱

۱۷۔ عزیز احمد، مرتبہ ارتضیٰ کریم، گریز:(نئی دہلی، ایچ ایس پرنٹرس، ۲۰۱۵)، ص ۸۴